Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE(JICC)

Volume 4, Issue 1 (January-June, 2021)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
URL: http://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/10
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v4i01.140

Title Maulana Obaidullah Sindhi's Thoughts on Secularism and Communism: An Analytical Study

Author (s): Abid Hussain, Dr. Shabbir Hussain and Abiddul Hassan

Received on: 29 Jan, 2020
Accepted on: 29 May, 2021
Published on: 25 June, 2021

Citation: Abid Hussain, Dr. Shabbir Hussain and Abiddul Hassan,"Construction: Maulana Obaidullah Sindhi's Thoughts on Secularism and Communism: An Analytical Study," JICC: 4 No, 1 (2021): 129-141

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index HEC Approved Research and Indexing Agency
INTERNATIONAL Scientific Indexing
المنهل ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref
Click here for more

سیکولرازم اور اشتراکیت کے متعلق مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار و نظریات: تجزیاتی مطالعہ

Maulana Obaidullah Sindhi's Thoughts on Secularism and Communism: An Analytical Study

* عابد حسین
** ڈاکٹر شبیر حسین
*** عابد الحسن

Abstract

Modern movements in the Western world have introduced innovative ideas in the political and social arena. Secularism is one of them as it is recognized as the best form of government for a multi-religious society which means that believers of all religions should be free to live according to their own religion and the state should keep itself free from religious coercion. Same is the case with the theory of communism. There have been some Muslim scholars who have strongly opposed secularism and communism and called them anti-Islamic ideologies. But it was just an extremist reaction. This cannot be called a thought-provoking or solution finding positive approach. But in this regard, Maulana Obaidullah Sindhi has shown great flexibility and open mindedness in his thoughts where no intensity and intolerance can be find. Maulana Sindhi is a modern thinker and religious scholar. Allah Almighty bestowed him the opportunity and capability to discover the solution to modern issues from religious perspectives in a positive manner. This aptitude became the center of his intellectual and ijtihad talents. So he led the Islamic movements of her time religiously, socially, politically and economically. He effectively presented the accurate Islamic thoughts to counter the issues of secularism and communism. Maulana Sindhi considers the teachings of Imam Shah Waliullah Dehlavi as the basis for his thoughts and ideas. This article brings a fruitful analytical research study on Maulana Sindhi's thoughts on secularism and communism which further can open the new dimensions for researchers.

Key Words: *Secularism, communism, thoughts, Religion, Obaidullah Sindhi,*

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف
*** ایم فل سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، میرپور یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، آزاد جموں کشمیر

مولانا عبید اللہ سندھیؒ ایک مجدد و مفکر عالم دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دین کی تلاش کا جو موقعہ دیا انہوں نے اس موقعہ کو دین حق کی پہچان کا ملکہ بنا دیا۔ یہی ملکہ ان کی فکری اور اجتہادی استعداد کا مرقع بنا اور انہوں نے اپنے دور کی اسلامی تحریکوں کی دینی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی رہنمائی کی۔ مولانا سندھیؒ امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی تعلیمات کو افکار و نظریات کے لیے بطور بنیاد کے مانتے ہیں۔ لہذا مولانا سندھیؒ کے افکار کو اس وقت سمجھنا آسان ہے جب شاہ صاحب دہلویؒ کو ایک مسلمہ امام کی حیثیت دی جائے اور افکار مرتبہ کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے شاہ صاحب دہلویؒ کے کتابوں (خصوصا حجتہ البالغہ، البدور البازغہ، تعلیمات الہیہ، ازالتہ الخفاعن خلافتہ الخلفاء، الخیر الکثیر) کی جانب رجوع کیا جائے اور جن حضرات میں رجوع کرنے کا استعداد نہ ہو یا شاہ صاحبؒ کی تعلیمات کو سمجھنا اس کی صلاحیت سے بالاتر ہو تو وہ بس روایتی تنقید ہی کر سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں مختلف مذاہب کے مشترک سماج کے لیے سیکولرزم کو حکومت کا سب سے بہتر فارم تسلیم کیا جاتا ہے۔ تمام مذہبوں کے ماننے والے اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے میں آزاد ہوں اور ریاست مذہبی جبر واکراہ سے خود کو غیر جانبدار رکھے۔ دنیا کے بیشتر ملکوں کا نظام اسی کے مطابق چلایا جارہا ہے۔ موجودہ زمانہ میں کچھ ایسے مسلمان اُٹھے جنہوں نے سیکولرزم کی سخت مخالفت کی اور اس کو ایک اینٹی اسلام نظریہ بتایا۔ مثلاً سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، وغیرہ۔ مگر یہ صرف ایک انتہا پسندانہ ردعمل تھا۔ اس کو کوئی سوچا سمجھا مثبت ردعمل نہیں کہا جاسکتا۔

یورپ اپنے تغلب سے چار تحریکوں کا تعارف کراتا ہے۔ (۱) لبرل ازم (۲) انڈسٹریلزم (۳) ملٹری ازم (۴) سوشلزم۔ جس میں مذہب کو قطعاً خارج کر دیا ہے۔ مولانا کے نزدیک ان چار تحریکوں کو کسی نہ کسی شکل میں اپنائے بغیر چارہ نہیں۔

"لبرلزم کو ہم امام عبد العزیز دہلویؒ کی صراط مستقیم جانتے ہیں۔ انڈسٹری اور ملٹری ازم یورپ کا قبول کرتے ہیں۔ اور سوشلزم میں ہمارے امام ولی اللہؒ ہیں جو فلسفہ اور معاشیات میں بہت عالی مرتبہ ہیں۔ اس لئے امام ولی اللہؒ کا سوشلزم اسلام پر منطبق ہے۔[1]

یورپ کی صنعتی اور فوجی ترقی عالم آشکار ہے۔ یہ مادی ترقی انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہے اور اس سے استفادہ ہماری ترقی اور بقا کے لیے ناگزیر ہے سوشلزم کے مقابلہ میں کیپٹلزم یعنی سرمایہ داریت انسانوں کے تباہی کا نظام ہے۔ اس کی تباہی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اسلام کے سرمایہ شکن اقتصادی تصورات کو شاہ ولی اللہؒ کی تعبیرات سے سوشل جسٹس (سماجی انصاف) کی صورت میں قبول کیے جائیں۔

"مختصراً یہ کہ یورپ کی اوپر کی چار تحریکیں جن سے ہم یورپ کی تغلب کی وجہ سے متعارف ہوئے، ان میں سے آخر میں ہم تک آنے والی تحریک سوشلزم ہے۔ یقیناً اسے بھی ہمیں اپنانا ہے لیکن اس میں سے چونکہ مذہب کو خارج کر دیا گیا ہے، اس لئے اس کا مداوا ہمیں یوں کرنا ہے کہ امام ولی اللہ نے اسلام کو جس طرح پیش کیا ہے، اس کی مدد سے سوشلزم اور اسلام میں مطابقت پیدا کریں۔[2]

مولانا سندھیؒ کی کتاب "افادات و مفلوظات" کو ترتیب دیتے ہوئے پروفیسر محمد سرور مولانا کی مذکورہ بالا عبارت پر حاشیہ میں یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"مولانا سندھیؒ لبرلزم کو امام شاہ عبد العزیز دہلویؒ کی صراط مستقیم اس لئے مانتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے ہاں بڑی لچک اور وسعت ہے۔ شدت اور عدم رواداری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دارالعلوم دیوبند کا سلسلہ ان تک پہنچتا ہے وہاں جماعت اہل حدیث اور بریلوی مسلک والے بھی ان کے درس و تدریس کے سلسلے سے منسلک ہیں۔ شاہ عبد العزیز دہلویؒ بڑے وسیع المشرب اور صلح کل تھے۔ توحید و سنت کے اتباع و اشاعت پر ملت کے سب طبقوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا اور ان کو متحد رکھنے کے لیے رواداری سے کام لینا۔ یہ شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے مسلک کی خصوصیت تھی۔ مولانا سندھیؒ نے شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے مسلک میں پائے جانے والی لچک، عدم تشدد، رواداری اور وسعت نظری جیسی خصوصیات کو جدید رائج الوقت اصطلاحات کی روشنی میں لبرل ازم کا نام دیا ہے"۔[3]

سیکولرزم کے متعلق مولانا محمد تقی امینیؒ کی تحقیق:

بر صغیر کے مشہور مفکر و محقق عالم دین مولانا محمد تقی امینیؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے شاگرِ رشید ہونے کے ساتھ انہیں جدید دور کے متعدد اجتماعی مسائل پر انتہائی جامع اور مدلل کتابیں تصنیف کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ مولانا اپنی دیگر تحقیقی موضوعات کی طرح سیکولرزم پر بھی انتہائی فکر انگیز رائے رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

سیکولر قانون کی بنیاد:

سیکولر قانون کی بنیاد روما کا قانونی نظام ہے۔ اس بنا پر پہلے اس کے اجزائے ترکیبی میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ خاندانی، قبائلی، ریاستی اور ایتھنز (یونان) کے جمہوری نظام کے باوجود روما کے قانونی نظام پر اس لئے بنیاد رکھی جاتی ہے کہ قانون کو قانونی شکل دینے، اس کو "سیکولر" بنانے اور سلطنت کی عام قانونی تنظیم کرنے میں روما نے کافی حصہ لیا ہے جیسا کہ ذیل کی وضاحتوں سے ظاہر ہے۔[4]

دوازدہ الواح:

۴۵۱ قبل مسیحؑ کے لگ بھگ "روما" میں نے قانون بنانے کے لیے دس آدمیوں کی ایک مجلس مقرر کی گئی اور اس نے قانون کا ایک مجموعہ مرتب کیا جو "دوازدہ الواح" کے نام سے مشہور ہے۔ اس مجموعہ میں معاملت و کاروبار اور مملکت کے انتظام و انصرام سے متعلق قوانین تھے اور بیشتر وہ رواج بھی شامل تھے جو رومیوں میں پہلے سے رائج تھے اور قانون کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ حتی الامکان اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ قدیم مذہبی مراسم کو اس مجموعہ سے الگ رکھا جائے اور "دنیاوی طرز" کا قانون مرتب کیا جائے لیکن اس کوشش میں پوری طرح کامیابی نہ ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس مجموعہ کی اشاعت کے بعد بھی ایک صدی سے زیادہ عرصہ مذہبی لوگوں کا اقتدار قائم رہا اور یہی لوگ "مجموعہ" کی تشریح و توضیح کر کے اس میں اضافہ کرتے رہے۔ اس طرح یہ "مجموعہ" گویا مذہبی، اخلاقی اور دیوانی قوانین پر مشتمل بن گیا تھا۔[5]

دینی قانون یا قانونِ فطرت:

مقننین کا اتفاق ہے کہ اس مجموعہ میں قانونِ ملکی کے ساتھ قانونِ فطرت کا معتد بہ حصہ شامل ہے۔ یہ وہی قانونِ فطرت ہے جس کا نزول یونانیوں کے عقیدے کے مطابق ایک ایسے عالم سے ہوا جو فطرت کا مرکز و مسکن ہے اور جس کو وہ تعبدی احکام کا مجموعہ سمجھتے تھے۔ بالخصوص رواقین کا خیال تھا کہ عقل کل (ذات الہیٰ) نے انسان کی ہدایت و اصلاح کے لیے قانون فطرت جاری کیا ہے۔

خود "جسٹی نین" کا قول ہے کہ قانونِ فطرت جس کو تمام قومیں مانتی ہیں اور جس کو مشیت ایزدی نے جاری کیا ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ابد تک بلا ترمیم و تبدیل ایک ہی طور پر نافذ رہے گا لیکن قانونِ ملکی میں حسبِ ضرورت تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ زمانہ سلف میں بھی اس قسم کے قانون میں بارہا ترمیم ہوئی۔ "جسٹی نین" نے تدوین قانون سے متعلق ایک رسالہ شائع کیا تھا، اس میں بھی لکھا تھا کہ "تمام قومیں جن میں قوانین اور مراسم کا رواج ہے جزء اپنے مخصوص قوانین اور جزءِ فطری قوانین کی تابع ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح روما کے مقننین میں یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ مجسٹریٹ کے قانون کی کتابوں میں قانونِ فطرت کے اور کئی نام ملتے ہیں۔ مثلاً قانونِ الہیٰ، قانونِ عقل، قانون عام، قانونِ غیر مکتوبی، قانونِ اخلاق اور قانون بین الاقوام وغیرہ۔[6]

سیکولر قانون، دنیاوی اور دینی قانون کا مجموعہ تھا:

روما کے قانون نظام میں دنیاوی قانون کے ساتھ دینی قانون بھی شامل تھا۔ نیز یہ بات بھی واضح ہے

کہ سیکولر قانون سے مراد وہ دنیاوی قانون ہے جو لازمی طور سے دین کا مخالف نہیں ہے بلکہ اس میں دینی قانون کے بہت سے اجزاء شامل ہوتے ہیں اگرچہ دین کی حیثیت سے نہ سہی۔ روما کی اس ''تدوین'' کے بعد پھر عقل کی امنگوں اور جذبات کی ترنگوں نے معاشرہ اور سوسائٹی کی حالت میں جس قدر تبدیلی کی اس کے لحاظ سے ''سیکولر قانون میں تبدیلی ہوتی رہی لیکن ہمیشہ دینی قانون کا ایک معتدبہ حصہ اس میں شامل رہا۔

دور جدید کے سیکولر قانون کی بنیادی دفعات اور دینی شواہد:

چنانچہ جدید دنیا کے قوانین کے جو مجموعے ہمارے سامنے ہے ان میں بھی دینی قانون کا کافی حصہ شامل ہے مثلاً سماجی، شہری، شخصی، مذہبی، تہذیبی، تعلیمی اور انصاف وغیرہ سے متعلق جو آزادی و مساوات کی دفعات ہیں وہ سب گویا دینی قانون سے لی گئی ہیں جیسا کہ اس تفصیل سے ظاہر ہے۔

سماجی مساوات

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ[7]"

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور مختلف برادریاں اور قبیلے اس لئے مقرر کئے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم میں معزز وہ ہے جو تم میں پرہیزگار ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الناس کلھم اخوۃ[8]" تمام لوگ بھائی بھائی ہیں۔

شہری آزادی:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وَاللهِ لَا يُؤْسَرُ رَجلٌ فِی الاِسلَامِ بِغَیرِ عَدلٍ[9]"

اللہ کی قسم کوئی شخصی آزادی اسلام میں انصاف کے بغیر قید نہ کیا جائے۔

شخصی آزادی:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا"۔[10]

اے ایمان والوں اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا"۔[11]

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ کسی کے تجسس میں نہ رہ اور کوئی شخص ایک

دوسرے کی غیبت نہ کرے۔

مذہبی آزادی:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ[12]"

دین میں زبردستی نہیں ہے۔

دوسری جگہ ہے:

"فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ"۔[13]

جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

تعلیم وتہذیب آزادی:

"فهم احرار في شهاداتهم و مناكحاتهم و ةواريثهم و جميع احكامهم[14]"

یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام، نکاح کے معاملات، وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام ذاتی معاملات میں آزاد ہوں گے۔

دوسری جگہ ہے:

"اقراهلها فيها علي مللهم و شرائعهم[15]"

غلبہ سے فتح کئے ہوئے ممالک کے باشندے اپنے اپنے مذہب اور شریعتوں پر باقی رکھے گئے تھے۔

انصاف کی آزادی:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ[16]"

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو گواہی دو اللہ کے لیے اگرچہ خود اپنی جان کے والدین اور قرابت داروں کے خلاف ہی ہو۔

دوسری جگہ ہے:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى[17]"

کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر نہ اُبھارے انصاف کرو یہی تقویٰ سے لگتی بات ہے۔

سیکولرزم کے متعلق مولانا احمد اکبر آبادیؒ کی رائے:

اس معاملہ میں زیادہ صحیح رائے کچھ دوسرے لوگوں نے پیش کی۔ مثلا مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ (۱۹۰۸-۱۹۸۵) وغیرہ۔ اس سلسلہ مولانا اکبر آبادیؒ کا ایک مضمون تین قسطوں میں ماہنامہ برہان، دہلی کے

شمارہ مئی، جون جولائی ۱۹۶۲ میں چھپا تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ موجودہ ہندوستان کے لیے سب سے بہتر نظام ہے جس کو سیکولر نظام کہا جاتا ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ:

"حکومت کی ایک قسم سیکولر ہے اور سیکولر کی تعریف یہ ہے کہ تمام مذاہب آزاد ہوں گے اور ریاست کے ہر شخص کو یکساں شہری حقوق حاصل ہوں گے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ "ہندوستان کے موجودہ حالات کے اعتبار سے یہاں کے لیے سب سے زیادہ بہتر اور قابل عمل نظام صرف سیکولر نظام ہے۔" انہوں نے لکھا تھا کہ "یہی ملکی حالات کا تقاضا ہے۔ مزید یہ کہ اسلام میں اور سیکولر نظام میں کوئی تضاد نہیں"۔[18]

یہی ریاستی عدم مداخلت سیکولرزم کی اصل روح ہے۔ سیکولرزم کے کچھ پرجوش شارح اس کی جو کلی تشریح کرتے ہیں وہ ایک نظریاتی انتہاپسندی ہے اور اس قسم کی انتہاپسندی ہر فکری نظام میں پائی جاتی ہے۔ اس سے قطع نظر، عملی سیکولرزم صرف اس کا نام ہے کہ حکومت کا تعلق مشترک مادی امور سے ہو اور مذہبی معاملات میں وہ عدم مداخلت (non-interference) کی پالیسی پر کاربند رہے۔ کسی مشترک سماج میں یہی واحد قابل عمل طریقہ ہے اور متعلقہ حالات میں یہی اسلام کا تقاضا بھی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور مسئلہ امہ واحدہ

مولانا آزادؒ نظام مملکت کے حوالے سے اپنے آپ میں ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ جس طرح آزادی وطن میں اہم رول رکھتے ہیں عین اسی طرح تشکیل نظام میں بھی کردار رکھتے ہیں۔ پھر ایک لحاظ سے مولانا آزاد ہندوستانیوں کے ساتھ خاص طور سے مسلمانوں کے بااختیار صاحب فیصلہ رہنما تھے وہ قائدانہ بنیادوں پر سیکولرازم ہی میں ہندوستانی قومیت کو متحد رکھنے کا راز سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"پہلے میں ایک لفظ کہوں گا اپنا، اور اس کے بعد آپ کو ایک لفظ سناؤں گا ایک دوسری زبان کا۔ میرے الفاظ یہ تھے کہ ہندوستان کے ساتھ کروڑ مسلمان، ہندوستان کے بائیس کروڑ ہندو بھائیوں کے ساتھ مل کر ایسے ہو جائیں کہ دونوں ہندوستان کی ایک قوم اور نیشن بن جائیں۔ اب میں مسلمان بھائیوں کو سنانا چاہتا ہوں کہ خدا کی آواز کے بعد سب سے بڑی آواز جو ہو سکتی ہے، وہ محمد ﷺ کی آواز تھی۔ اُس وجود مقدس نے عہد نامہ لکھا۔ بجنسہ یہ اس کے الفاظ ہیں، ہم اُن قبیلوں سے جو مدینہ کے اطراف میں بستے ہیں، صلح کرتے ہیں، اتفاق کرتے ہیں اور ہم سب مل کر ایک "امتہ واحدہ" بننا چاہتے ہیں۔ "اُمتہ" کے معنیٰ ہیں قوم اور نیشن اور "واحدہ کے معنی ہیں ایک۔

اگر میں نے اپنی اپیل میں کہہ دیا کہ ہندوستان کے مسلمان اپنا بہترین فرض اسی وقت انجام دیں

گے، جب وہ ہندوؤں کے ساتھ ایک ہو جائیں گے، تو یہی وہ لفظ ہے جو اللہ کے رسول نے بھی اس وقت لکھایا تھا کہ ہم سب مل کر قریش کے مقابلے میں نیشن ہو جائیں گے۔ جن مقاصد کی بنا پر جناب سرورِ کائنات ﷺ نے یہ عہد کیا تھا، اُس سے زیادہ وجوہ آج آپ کے لیے موجود ہیں۔ اگر اُس وقت صرف قریش مکہ کی ایک جماعت تھی، جو اسلام کو غربت میں دھمکی دے رہی تھی، تو آج اس غربت ثانیہ میں صرف مٹھی بھر قریش نہیں بلکہ کرۂ ارضی کی دو تہائی بسنے والی قومیں، اسلام کو مٹانا چاہتی ہیں، اگر رسول خدا، مٹھی بھر قریش مکہ کے مقابلے میں ابو سفیان کے مقابلے میں، اطراف مدینہ کے تمام قبائل سے اتفاق کر سکتے تھے تو آج اس عظیم الشان قوت کے غرور، گھمنڈ، خونخواری کے مقابلے میں جو تمام مشرق کی آزادی کو پامال کرنا چاہتی ہے۔ کیا ہندوستان کے مسلمان کا فرض نہیں ہے کہ اپنے بائیس کروڑ ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک ہو جائیں؟۔[19]

ہندوستان کے لیے راہ عمل:

ہندوستان میں سکونت کرنے والی قومیں اور افراد بحیثیت مسکن و وطن بہت سی ایسی چیزوں میں مشترک ہیں جن کو موجودہ پردیسی حکومت نے اپنی اغراض کے ماتحت پامال کر دیا ہے اور ہندوستان کے باشندوں کی زندگی تلخ کر دی ہے، بلکہ تمام ہندوستان کرے رہنے والوں کے لیے فنا کا گھاٹ سامنے کر دیا۔ چونکہ ان مشترک مفادات کے جائع ہونے سے سب ہی فنا ہو رہے ہیں، اس لیے تمام ہندوستانی متفق ہو کر ان ضائع شدہ حقوق کو حاصل کریں اور اس پردیسی قوم کے جوئے کو اپنے کندھوں اور گردنوں سے نکال پھینکیں۔ اُن کے لیے متحدہ جدوجہد ہو اور تمام ہندوستانیوں کے لیے ملکی اور مشترکہ مفادات کے ترقی کی راہ کھل جائے۔ یہ مقصد متحدہ قومیت سے ہے جس کا رابطہ اتحادِ وطنیت ہے۔ ایسے مقاصد کے لیے متحدہ قومیت غیر مسلموں کے ساتھ بنایا خود جناب سرورِ کائنات ﷺ سے منقول ہے۔[20]

اسلام اور سوشلزم میں مطلوبہ ہم آہنگی اور مولانا سندھیؒ:

مولانا سندھیؒ وطن واپسی کے بعد ۳جون ۱۹۳۹ء کو جمعیت علماء ہند کے اجلاس علمائے صوبہ بنگال کی صدرات کے لیے مدعو کئے گئے۔ یہ اجلاس کلکتہ میں ہوا مولانا نے اس میں جو خطبہ پڑھا تھا اس پر ایک ناقد نے اپنے مضمون میں مولانا سندھیؒ کی کتاب افادات وملفوظات، سے ایک عبارت نقل کی ہے جو پیش خدمت ہے۔

(۱) ہماری سیاست نیشنل ازم کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

(۲) ہندو مسلمان، سکھ اور دوسرے فرقوں کے اہل علم و فکر اپنے اپنے مذہب کی حقیقی روح اور سوشلزم میں مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کریں۔

(۳) یہ مطالبقت وہم آہنگی مذاہب کی روح اور ان کے فلسفہ سے ہونی چاہیے۔ قومی تحریک میں مذہبی مراسم کو داخل کرنا خواہ وہ کتنے بھی نیک نیتی سے ہو، ملک کو تباہی کی طرف لے جائے گا۔ یہ اشارہ تھا گاندھی جی کی طرف، جن کی وجہ سے ان کے اپنے مخصوص ہندو مذہبی مراسم کانگرس کے اندر آ گئے تھے۔

(۴) جمعیت علماء ہند شاہ ولی اللہ کو اپنی انقلابی سیاست کا امام بنائے اس سے اسلام کی صورت اور معنی دونوں محفوظ رہ سکیں گے۔ اور اسلام اور سوشلزم میں مطلوبہ ہم آہنگی بھی ممکن ہو گی۔ سیاست میں یورپی طرز قومیت اور اقتصادیات میں سوشلزم کو اپناؤ۔

مولانا سندھیؒ نے اپنے اس خطبے میں کوٹ پتلون اور ہیٹ کو سراہا اور ڈاڑھی اور خاص وضع قطع ہم نے جو مقدس بنالیا ہے اسے غلط ٹھہرایا۔

ناقد نے افادات وملفوظات سے مولانا سندھیؒ کی عبارت نقل کرتے ہوئے صحافیانہ دیانت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جس کا قارئین خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں ایک تو عبارت نقل کرتے ہوئے نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے عبارتوں کو کتابی ترتیب سے ہٹ کر پیش کیا ہے جس سے مطلب میں کافی فرق پڑتا ہے اور نمبر ۴ پر واقع عبارت کو حذف کر دیا ہے جو نمبر ۳ کے عبارت کی وضاحت کے لیے ہے اور حذف کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ عبارت نمبر ۳ مبہم رہ جائے۔ ناقد نے یہ عبارت دو جملوں کے طوفان بنانے کے لئے نقل کیا ہے جو نیشنل ازم اور سوشلزم ہے۔ جبکہ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں کیونکہ نیشنل ازم کو سیاست کے لیے بنیاد بنانے، مذہب کی حقیقی روح اور سوشلزم میں مطابقت پیدا کرنے کی وضاحت نقل کردہ عبارتوں کے ترتیب میں واقع عبارت نمبر ۹ میں موجود ہے جس کو نقل کرنے سے ناقد نے یکسر اعراض کیا ہے کیونکہ نقل کرنے سے وہ تشویش ختم ہو جاتی جس تشویش کو پیدا کرنے کے لیے ناقد نے بڑی ہوشیاری ومہارت کا مظاہرہ کیا ہے عبارت نمبر ۹ ملاحظہ ہو:

"تصوف اسلام جو کہ اسلام کا فلسفہ ہے، جس کی فکری اساس وحدت الوجود ہے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے فلسفہ ہائے مذاہب کو ہم آہنگ کر سکتا ہے۔ امام ولی اللہ دہلوی اس فلسفہ میں مرشد اور معلم ہیں"[21]

حضرت سندھیؒ کے اس نقطہ نظر میں کوئی قابل تعجب ونامعقول بات نہیں تھی ہاں البتہ صرف تجویز پیش کی جاتی تھی علماء کی خدمت میں کہ اس نہج پر کام کرنا از حد ضروری ہے مگر تنقید نگار علماء دور کے تقاضوں سے بے خبر ہو کر محض تنقید ہی کو دینی خدمت وزندگی کا مقصد سمجھ بیٹھے۔ ایسے میں ایک عظیم مذہبی ومعاشی سکالر مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ نے اسلامی معاشی نظام اور سوشلزم کے درمیان ہم آہنگی کر

دکھائی اور اپنی کتاب (اسلام کا اقتصادی نظام) میں ان مقامات کی نشاندہی بھی کر دی ہے جہاں اسلامی معاشی نظام اور سوشلزم کے درمیان مطابقت پائی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"فلسفہ لادینیت کے ساتھ اسلام کا کوئی رابطہ اور تعلق قائم نہیں ہو سکتا، لیکن جب ہم اس فلسفہ کے فقط اقتصادی پہلو سے بحث کرتے ہیں اور دنیا کے دوسرے غیر اسلامی نظام ہائے معاشی کے مقابلہ میں اس کو پیش نظر لاتے ہیں تو اس وقت ہم کو اس حقیقت ثابتہ (Acknowledged Reality) کے اظہار میں کوئی باک (Hesitation) نہ ہونا چاہیے کہ اس میں شک نہیں کہ اقتصادی نظام کے بہت سے امور میں اسلام اور اشتراکیت باہم متقارب (Complementary) نظر آتے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف دونوں ہم آہنگ ہیں اگرچہ طریق کار کے اختلاف سے دونوں کی راہیں اس وادی میں قطعاً جدا جدا ہیں" [22]

اسلامی نظام اقتصاد اور اشتراکی نظام اقتصاد کے درمیان بظاہر مشترک امور:

اسلامی نظام اقتصادی اور اشتراکی نظام اقتصادی کے درمیان جن امور میں اتفاق ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ احتکار یا جمع دولت اور مخصوص طبقہ میں دولت کی تحدید، نہ یہ جائز قرار دیتا ہے اور نہ وہ، دونوں ان ہر دو امور کو باطل اور اقتصادی زندگی کے لیے تباہ کن سمجھتے ہیں۔

۲۔ دونوں ضروری سمجھتے ہیں کہ اقتصادی نظام کی اساس و بنیاد عام معاشی مفاد پر قائم ہو اور ہر شخص کو معاش سے حصہ ملے اور کوئی شخص بھی اس سے محروم نہ رہے۔

۳۔ دونوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اقتصادی نظام کے دائرہ میں تمام انسانی دنیا جغرافیائی طبقاتی اور نسلی و خاندانی امتیازات سے یکسر جدا ہو کر یکساں اور برابر حیثیت میں شمار ہو۔

۴۔ ان دونوں کے درمیان اس میں بھی اتفاق ہے کہ جماعتی حقوق انفرادی حقوق پر مقدم ہوں۔

۵۔ ان دونوں کے درمیان یہ بھی مسلم ہے کہ معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکم و محکوم اور غلام و آقا کا سسٹم قائم نہ رہ سکے اور قائم شدہ کو مٹا دیا جائے۔ [23]

اختلافی امور:

یہ وہ امور ہیں جن میں دونوں اقتصادی نظام ہم آہنگ نظر آتے ہیں لیکن دو امر ایسے ہیں کہ جن میں ان دونوں کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے اور ان ہر دو امور میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح مطابقت نہیں پیدا کی جا سکتی اور یہ اختلاف اس وقت اور زیادہ وضاحت کے ساتھ رونما ہو جاتا ہے جبکہ سوشلزم

کا آخری درجہ کمیونزم کی شکل میں سامنے آتا ہے اور جس کا تجربہ آج کل روس میں کیا جارہا ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام	اشتراکی اقتصادی نظام
دولت و ذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدود قائم کر دی جائیں۔	دولت وذرائع سے انفرادی ملکیت کو مٹادیا جائے۔
حق معیشت کی مساوات کے اعتراف کے ساتھ بلحاظ معیشت، اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے احتکا کو روکا جائے۔	بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوسائٹی مساوات تسلیم کی جائے۔[24]

قارئین اس امر کا انصاف کے ساتھ جائزہ لیں کہ حضرت سندھی نے حالات کے تقاضوں کو جانتے ہوئے جو تجاویز آج سے تقریباً 73 سال قبل پیش کئے ہیں جس کے سمجھنے سے آج بھی نام نہاد علم کے دعویدار قاصر ہیں۔ کسی علمی بحث یا نکتے کا سمجھ نہ آنا، یہ حضرات ناقدین کی نقص علمی پر دلالت کرتی ہے یا پھر حضرت سندھیؒ کی بے دینی اور گمراہی پر؟

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ راسخین فی العلم حضرات نے تو ان تجاویز سے خوب خوب استفادہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے معاشی قانون دانوں کے لیے ایک جامع علمی دستاویز کو ورثے کے طور پر چھوڑا ہے۔ اس لحاظ سے خاص طور پر مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ اور ان کی مایہ ناز تصنیف "اسلام کا اقتصادی نظام" ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ ایسے ہی حضرات، بصیرت اور دور اندیشی کے حامل سمجھے جاتے ہیں اور دین کی تعلیم بھی یہی ہے۔ صحیح ابن حبان میں حضرت ابوذر غفاریؓ کے حوالہ سے ایک روایت ہے۔ اس میں مسلم عاقل کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو اپنے زمانہ سے باخبر ہونا چاہیئے۔ "ان یکون بصیراً بزمانہ" یہ ایک بے حد اہم ہدایت ہے۔ اس کے مطابق آپ کو چاہیئے کہ آپ صرف واقف دین نہ بنیں بلکہ اسی کے ساتھ واقف زمانہ بھی بنیں۔ اس کے بعد ہی آپ موجودہ زمانہ میں دین کی صحیح خدمت کر سکتے ہیں۔ علم بلاشبہ یہ ہے کہ آدمی اصل حقیقت کو جانے، نہ یہ کہ اس کی نگاہ ظاہری چیزوں میں اٹک کر رہ جائے۔ موجودہ زمانہ میں علماء ودانشوروں کی اصل کمی یہ ہے کہ وہ عصر حاضر سے بالکل ناواقف ہیں۔ وہ گزرے ہوئے ماضی کے واقعات کو جانتے ہیں۔ مگر آج کے واقعات کی انہیں مطلق خبر نہیں۔ ان میں سے کوئی شخص اگر کچھ جانتا ہے تو وہ بھی ظاہری نتائج کو جانتا ہے نہ کہ نتائج کے اصل اسباب کو۔

اسی طرح کے مسائل کے متعلق امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

لیس العاقل الذی یعرف الخیر من الشر ولکنه الذی یعرف خیر الشرین۔[25]

دانش مند وہ نہیں جو خیر اور شر کے فرق کو جانے بلکہ دانش مند وہ ہے جو یہ جانے کہ وہ شر میں سے کونسا خیر ہے۔

ایسے ہی حالات کے متعلق حضرت امام شافعیؒ نے اس طرح کہا کہ:

"لیس العاقل الذی یقع بین الشر والخیر فیختار۔ انما العاقل الذی یقع بین الشرین فیختار الیسر هما"[26]

دانش مند وہ نہیں ہے جس کو خیر اور شر کے درمیان انتخاب کرنا ہو اور وہ ایک چیز کا انتخاب کرلے۔ دانش مند تو وہ ہے کہ جو دو شر کے درمیان پڑ جائے اور پھر دونوں میں سے جو آسان ہے اس کا انتخاب کرے۔

لہٰذا موجودہ تیز رفتار دنیا میں تمام معاملات کا حال یہی ہے کہ یہاں اکثر اوقات کم شر اور زیادہ شر کے درمیان انتخاب کا مسئلہ رہتا ہے نہ کہ خالص شر اور خالص خیر کے درمیان۔

اسلامی اقتصادی نظام واشتراکی اقتصادی نظام کے درمیان مطابقت والی بات کوئی اچنبھے کی بات نہیں آج سے کئی سال قبل مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمودؒ کو بھی حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سرمایہ دارانہ وجاگیردارانہ معاشی نظام کے خلاف علم جہاز بلند کرنا پڑا تھا جس کے پاداش میں انہیں بھی کمیونسٹ ہونے کا فتویٰ اپنے سر لینا پڑا۔ مارچ ۱۹۶۹ء کے اپنے ایک تقریر میں حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا:

1. اسلام سوشلزم کا اس قدر مخالف نہیں جس قدر سرمایہ دارانہ نظام کا۔ افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسلام اور سوشلزم کے حامیوں کو آپس میں لڑایا جارہا ہے۔[27]

اس کے علاوہ ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں کہ:

2. اگر کوئی اسلامی مساوات اور اسلام کے معاشی نظام کو اسلامی سوشلزم کا نام دیتا ہے تو یہ شخص کافر قرار تو نہیں دیا جاسکتا البتہ تعبیر کی غلطی کا شکار ضرور ہے۔[28]
3. غربت کی چکی میں پسے ہوئے غریب عوام کو سوشلسٹ کہہ کر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ غریبوں اور کسانوں کے حقوق مانگنے پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔[29]

[1]Muhammad Sarwar, Professor, Ifadat o Malfozat, Imam Obaid ullah Sindhi, Dar ul Kutub, Lahore,2005,P. 161.
[2] Ifadat o Malfozat, Imam Obaid ullah Sindhi, P. 161.
[3] Ifadat o Malfozat, Imam Obaid ullah Sindhi, P. 161.-

[4]Amini, Muhammad Taqi, Ahkam e Sharia Mian Halat o Zamana ki Riayat, Qadeemi Kutub Khana, Karachi, P. 60.

-
[5]-Ibd
[6] Ahkam e Sharia Mian Halat o Zamana ki Riayat,P. 61.-
[7] Al-Hujrat, 49: 13.-
[8] Muhammad Abdullah Bin Yousaf, Nasab Ur Rahya, Mo'assisat ul Risalaha, Beirut, 1997, Vol:3, P. 340
[9] Shah Wali Ullah, Al Musawwa Sharh ul Mua'atta, Beirut, 2004, P. 221.
[10]- Al Noor,24: 12.
[11] Al Hujrat, 49: 12.-
[12] Al Baqarah, 2: 256.-
[13]Al Kahaf, 18: 29-
[14] Abu Ubaid Al Qasim Bin Salam, Kitab ul Amwal, Al.Qahira, 2009,P. 200.
[15] Ibd, P. 202
[16]- Al Nisa, 4: 135.
[17] Al Mai'dha, 5: 8.-
[18] Mahnama Burhan, Dehli, May-June-July 1962, P. 105.
[19] Maleeh Abadi, Abdul Razzaq, Molana, Maktaba Jamal Lahore, 2006, P. 83.
[20]Madni, Ahmed Hussain, Muttahidah Qomiat Or Islam, P. 139.
[21] Muhammmad Sarwar , Professor, Ifadat o Malfoozat, Sagar Academy Lahore,2005,P. 65.

[22] Sioharvi, Hifz ur Rehman, Islam ka Iqtisadi Nizam, Sheikh Al Hind Academy Karachi, 2010, P. 684.
[23] Akbar Abadi,Molana Saeed Ahmed, Imam Inqlab Molana Ubaid Ullah Sindhi Or In ky Naqid, Maktaba Nadwa Tul Fikar Karachi,2017,P. 186.
[24] Islam ka Iqtisadi Nizam, P. 684.
[25] Al Iqad, Al- Abqriyat ul Islamia, Beirut, P. 505.
[26] Al Jundhi, Abdul Hakeem, Al Imam Al Shafi, Al-Qaihra, P. 49.
[27] Zia ur Rehman Farooqi, Mufti Mehmood Shakhsiat o Kirdar, Farooq Publications, Lahore, P. 219.
[28] Mufti Mehmood Shakhsiat o Kirdar, P. 221.
[29] Mufti Mehmood Shakhsiat o Kirdar, P. 315.